فرزند قرآن

استاد مطہریؒ

ثاقب اکبر

استاد شہید مرتضیٰ مطہری رضوان اللہ علیہ کو اگر " فرزند قرآن " قرار دیا جائے تو وہ بجا طور پر اس کا حق رکھتے ہیں۔ عصر حاضر میں جس انداز سے انہوں نے مطالب قرآنی کو بیان کیا ہے اس سے اسلام و قرآن کی روح اپنی حقیقی رعنائیوں کے ساتھ سامنے آئی ہے۔ اس حوالے سے انہوں نے فکر و نظر کے تازہ دریچے وا کیے ہیں۔ انہوں نے یہ ادعا ہی نہیں کیا کہ قرآن بے پایاں استعداد کا حامل ہے اور وقت جوں جوں آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے اس کی نئی جہتیں اور نئے مطالب آشکار ہوتے چلے جا رہے ہیں ' بلکہ اپنے قول و عمل سے اسے ثابت بھی کیا ہے۔ وہ جس وادی میں بھی گئے ہیں یوں لگتا ہے عرفان قرآں کے زیر پرتو پورے اعتماد اور روشن دلی سے آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ فرد اور معاشرے کے انحراف و ضلالت کے ہر درد کی دوا وہ قرآن سے تلاش کر کے لاتے ہیں۔ کفرو الحاد کے ہر وار کا مقابلہ وہ شمشیر قرآنی سے کرتے ہیں اور کامیابی ہر مقام پر ان کے قدم چومتی ہے۔ وہ قرآنی آیات کی نت نئی جہات سے آشنا کرتے رہتے ہیں۔ فلسفی افکار ہوں یا عمرانی آراء ' اخلاقی موضوعات ہوں یا عقیدتی ابحاث ' سائیکالوجی کا مسئلہ ہو یا فطرت شناسی ' نظام اقتصاد کا عنوان ہو یا نظام سیاسی کا قضیہ وہ ہر کہیں نور قرآنی کی ضیاپاشیاں کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں یہاں تک کہ قاری بعض اوقات چونک اٹھتا ہے کہ روز مرہ تلاوت کی جانے والی آیات کے اس واضح پہلو پر تو میری نظر ہی نہیں پڑی ' جس سے استاد مطہری دلیل لائے ہیں۔ فلسفہ تاریخ کی بحث میں بھی وہ قرآنی آیات سے اسی روانی سے

استفادہ کرتے ہیں جس سادگی سے فلسفہ اخلاق کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے۔

ہاں ! اس خوبصورت حقیقت کا راز جاننے کی ضرورت ہے ' جو یقیناً قرآن حکیم سے ان کی عملی وابستگی ' مطالعے اور غور و فکر سے شروع ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے بارے میں ان کا عقیدہ ' قرآن کے حوالے سے ان کے اساتید ' قرآن کے فہم اور پیغام کے حوالے سے ان کا نظریہ اور پھر قرآن کے بارے میں ان کے ذوق کی نوعیت وغیرہ ' ہر چیز اس کے پس منظر میں اپنا ایک اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

تلاوت قرآن

قرآن حکیم کی تلاوت کے حوالے سے آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای ' جو استاد مطہری کے رفیق و ہمراز تھے ' کہتے ہیں:

> .... وہ سب سے زیادہ قرآن سے مانوس تھے۔ مجھے معلوم ہے کہ ہر رات جب تک کچھ مقدار قرآن کی تلاوت نہ کر لیتے ' نہیں سوتے تھے کیونکہ میں نے اکثر دوران سفر مشہد یا تہران ان کے ساتھ اکٹھے راتیں بسر کی ہیں ' اس دوران میں ' میں نے یہی دیکھا۔ (۱)

راقم نے کسی اور مقام پر پڑھا ہے کہ وہ ہر شب باقاعدگی سے ' سونے سے پہلے تقریباً بیس منٹ تلاوت کیا کرتے تھے۔

کیسی تلاوت ؟

وہ کس طرح کی تلاوت کے قائل تھے ؟ اس کے لیے ہم نے انھی کے الفاظ کا انتخاب کیا ہے :

> **گروہی می پندارند منظور از تلاوت قرآن ' تنہا خواندن قرآن بقصد ثواب بردن است بدون آنکہ چیزی از معانی آن درک گردد ' اینھا دائما قرآن را دورہ می کنند اما اگر یکبار از ایشان سوال شود کہ آیا معنی آنچہ را میخوانید میدانید ' از پاسخ گوئی عاجز میمانند۔ خواندن قرآن از این جهت کہ مقدمہ ایست برای درک معانی قرآن لازم و خو بست و نہ صرفاً بقصد کسب ثواب۔**

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ تلاوت قرآن سے مراد فقط ثواب کی نیت سے قرآن پڑھنا ہے بغیر اس کے کہ اس کے معانی کی کچھ سمجھ آئے۔ یہ لوگ ہمیشہ قرآن کو دہراتے رہتے ہیں۔ کبھی اگر ان سے یہ پوچھا جائے کہ جو کچھ تم پڑھتے ہو کیا اس کا مطلب بھی جانتے ہو تو یہ کچھ جواب دینے سے قاصر

ہوتے ہیں۔ قرآن اس لحاظ سے پڑھنا اچھا اور ضروری ہے کہ یہ معانی سمجھنے کے لیے مقدمہ ہے ' نہ کہ صرف حصول ثواب کی نیت سے۔

اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ قرآن اور دیگر کتب کے مطالعے میں کیا فرق ہے اور قرآن کو کس نیت سے پڑھنا چاہیے ' وہ مزید کہتے ہیں:

درک معانی قرآن نیز ویژ گیهایی دارد که باید به آنتوجه داشت۔ در یاد گیری بسیاری از کتابها ' آنچه که برای خواننده حاصل میشود یک سلسله اندیشه ء های تازه است که قبلاً در ذہن او وجود نداشت۔ در اینجا تنها عقل و قوه تفکر خواننده است که به فعالیت مشغول میشود۔ در مورد قرآن بدون شک باید آنرا بقصد آموختن و تعلیم یافتن مورد مطالعه قرار داد۔ قرآن خود در این زمینه تصریح میکند (۲)

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ (۳)

مطالب قرآنی کے سمجھنے کے لیے کچھ خصوصیات ایسی ہیں کہ جن کی طرف توجہ رہنی چاہیے۔ بہت سی کتابیں ایسی ہوتی ہیں کہ قاری انہیں پڑھتا ہے تو اسے بعض ایسے افکار حاصل ہوتے ہیں جو پہلے اس کے ذہن میں نہ تھے۔ اس صورت میں قاری کی فقط عقل اور قوت فکر مشغول کار ہوتی ہے۔ قرآن کو بلاشبہ سیکھنے اور تعلیم پانے کے لیے پڑھنا چاہیے۔ قرآن اس سلسلے میں بالصراحت کہتا ہے:

ہم نے جو یہ تیری طرف کتاب نازل کی ہے ' برکت والی ہے تاکہ تم لوگ اس کی آیات میں غور کرو اور تاکہ صاحبان عقل و بینش اس سے راہنمائی اور تذکر حاصل کریں۔

ترتیل سے مراد

تلاوت قرآن ہی کے ضمن میں ایک بحث یہ آتی ہے کہ قرآن حکیم کو کس انداز سے پڑھا جائے۔ اس سلسلے میں ویسے تو استاد مطہری نے مختلف مقامات پر مختلف پہلوؤں سے بات کی ہے ' قرآن کریم کی خاص موسیقیت اور ترنم (۴) کا بھی انہوں نے ذکر کیا ہے اور قرآن کے اس امتیاز کو اس کا ایک معجزانہ پہلو قرار دیا ہے ' تاہم قرآن حکیم کی آیت " ورتل القرآن ترتیلا " کے حوالے سے بات کرتے ہوئے انہوں نے ترتیل کا مفہوم یہ بیان کیا ہے:

ترتیل یعنی قرائت قرآن نه آنقدر تند که کلمات مفهوم نشوند و نه آنقدر جدا از ہم که رابطه ها از بین برود۔ میگوید قرآن را باتانی و در حالیکه به محتوای آیات توجه داری بخوان (۵)

ترتیل یعنی قرآن کی قرائت نہ اس قدر تیز رفتاری سے کی جائے کہ کلمات کی کچھ سمجھ ہی نہ آئے اور نہ اس طرح توڑ توڑ کر کہ ان کے درمیان رابطہ ہی ختم ہو جائے۔ (قرآن) کہتا ہے کہ قرآن کو اس پیرائے اور اس حال میں پڑھو کہ مفہوم آیات پر تمہاری توجہ ہو۔

اساتیذ

ویسے تو جناب مطہری نے اپنے متعدد اساتذہ کا بہت عقیدت و احترام سے ذکر کیا ہے تاہم امام خمینی اور علامہ طباطبائی کا اثر ان کی زندگی اور فکر و نظر پر بہت گہرا ہے۔ ان میں سے تفسیر کے حوالے سے خاص طور پر انہوں نے علامہ طباطبائی رضوان اللہ علیہ سے بہت استفادہ کیا ہے۔ اگرچہ ان کے پاک دل اور تخلیقی صلاحیتوں نے قرآن حکیم سے خود بھی بہت کچھ جذب اور اخذ کیا ہے لیکن وہ اسے بھی "تفسیر المیزان" کا رہین منت قرار دیتے ہیں۔ جناب حسین غفاری راوی ہیں:

ایک مرتبہ قم میں درس سے لوٹ کر استاد کے ساتھ تہران آئے۔ راستے بھر باتیں ہوتی رہیں۔ کبھی میں کچھ پوچھتا تھا، کبھی آپ کچھ کہہ دیتے تھے۔ اس وقت انہوں نے کتاب "معاشرہ اور تاریخ" نئی نئی لکھی تھی جو ابھی شائع نہیں ہوئی تھی۔ اس کا مسودہ ہمارے پاس تھا۔ ان دنوں استاد نے قم میں ایک اور درس "معارف قرآن" کے نام سے شروع کیا تھا۔ اس میں معاشرے کے حوالے سے گفتگو جاری تھی۔ اثنائے گفتگو میں آپ نے فرمایا:

میں نے یہ تمام مطالب آقا طباطبائی سے حاصل کیے ہیں۔ ویسے بھی اصولاً میں نے جو کچھ کتابوں میں لکھا ہے اس کا سرچشمہ علامہ طباطبائی کے افکار، خصوصاً تفسیر المیزان ہے۔ (٦)

یاد رہے کہ "المیزان" علامہ طباطبائی کی نوشتہ تفسیر قرآن ہے۔ انہوں نے اسے بیس جلدوں میں عربی زبان میں لکھا ہے۔ اس وقت تک دنیا کی متعدد زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے اور بعض میں جاری ہے۔ یہی وہ تفسیر ہے جس کے بارے میں استاد مطہری کہتے ہیں:

میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اسلام کے صدر اول سے لے کر آج تک شیعوں اور سنیوں میں سے کسی نے قرآن کی ایسی تفسیر نہیں لکھی۔

ذوق در تفسیر

قرآن کریم اور اس کی تفسیر سے استاد شہید کے عشق کا ذکر تو ہو چکا البتہ تفسیر میں ان کا ذوق کس قسم کا تھا، اس سلسلے میں راقم کی رائے یہ ہے کہ اس کی مختلف جہتیں ہیں، جو مختلف زاویوں سے نظر ڈالنے سے واضح ہوتی ہیں تاہم مجموعی طور پر ان کے ذوق تفسیری کو فلسفی، عرفانی، جمالیاتی اور معاشرتی قرار دیا جا سکتا ہے۔

حفاظت قرآن

استاد شہید مطہری علیہ الرحمہ کی نظر میں قرآن حکیم ہر قسم کی تحریف و تغیر سے محفوظ ہے۔ اس میں کوئی کمی ہوئی نہ بیشی ان کے نزدیک ہر کتاب کو ضرورت ہے کہ اس کے نسخوں کی چھان پھٹک کی جائے ' ان کا باہمی موازنہ کر کے دیکھا جائے اور درست و نادرست پر دلائل قائم کیے جائیں۔ لیکن قرآن ایسی ہر کوشش سے ماوراء اور بے نیاز ہے۔ قرآن کی تمام آیات کسی بھی احتمال تحریف سے قبل متواتر ہو چکی تھیں اور ان میں کسی تحریف کا احتمال ناممکن ہو گیا تھا۔ وہ کہتے ہیں:

قرآن از نسخه و نسخه شناسی پیشی گرفت۔ جای کوچکترین تردیدی نیست که آورنده ہمه این آیات موجود حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ است که آنها را به عنوان معجزه و کلام الہٰی آورد' و احدی نمی تواند ادعا کند یا احتمال بدهد که نسخه دیگری از قرآن وجود داشته و یا دارد ' هیچ مستشرقی ہم در دنیا پیدا نشده که قرآن شناسی را بخواهد از اینجا شروع کند که بگوید باید بسراغ نسخه های قدیمی و قدیمی ترین نسخه های قرآن برویم و ببینیم در آنها چه چیز های هست و چه چیز های نیست (۷)

قرآن نسخہ اور نسخہ شناسی سے آگے بڑھ گیا۔ معمولی ترین شک کی بھی گنجائش نہیں کہ موجود تمام آیات کے لانے والے حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ ہیں ' جو انہیں معجزے اور کلام الٰہی کے طور پر لائے۔ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا اور نہ اس امکان کا اظہار کر سکتا ہے کہ قرآن کا کوئی اور نسخہ کبھی موجود تھا یا اس وقت ہے۔ کوئی ایسا مستشرق بھی دنیا میں پیدا نہیں ہوا جو قرآن شناسی یہاں سے شروع کرنا چاہے کہ کہے کہ قرآن کے قدیمی اور قدیمی ترین نسخوں کو تلاش کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ ان میں کیا کچھ ہے اور کیا کچھ نہیں ہے۔

استاد مطہری کے نزدیک حفظ قرآن کے اہم دلائل یہ ہیں:

(۱) قرآن حکیم کی اس آیت:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ (۸)

میں قرآن کو کسی طرح کی بھی تحریف و تغیر اور ضیاع سے محفوظ رکھنے کا وعدہ جس قطعیت کے ساتھ کیا گیا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ (۹)

(۲) قرآن حکیم کو اسلام نے دیگر منابع و مصادر کی پرکھ کا معیار قرار دیا ہے لہٰذا اسے ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہونا چاہیے۔ (۱۰)

(۳) قرآن رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی بنیادی ترین اور دائمی برہان کی حیثیت سے جاوداں

معجزہ ہے اور یہ امر قرآن کو دیگر انبیاء کے معجزات سے ممتاز کرتا ہے۔ (۱۱)

(۴) قرآن تیئس برس میں تدریجاً نازل ہوتا رہا اس لیے مسلمانوں کے لیے اسے یاد کرنا اور محفوظ رکھنا آسان تھا۔ (۱۲)

(۵) نزول قرآن کا دور اور وہ معاشرہ ایک سادہ اور بسیط معاشرہ تھا۔ کوئی اور کتاب ان مسلمانوں کے پاس موجود نہیں تھی کہ اسے بھی یاد کرنا ان کے لیے ضروری ہوتا۔ ایسے میں خالی ذہن اور قوی حافظے نے بھی کمک کی۔ یوں قرآن جلد یاد ہو جاتا اور یہ پس منظر حفظ قرآن کا بھی باعث بن گیا۔ (۱۳)

(۶) رسول اللہ ﷺ نے چند خاص افراد قرآن حکیم لکھنے کے لیے مامور کر رکھے تھے جو "کتاب وحی" (کاتبین وحی) کے نام سے مشہور تھے اور یہ وہ خصوصیت ہے جو کسی اور قدیمی کتاب کو نصیب نہیں ہوئی۔ (۱۴)

(۷) فصاحت و بلاغت، ادب و فن اور جاذبیت کے لحاظ سے بھی قرآن اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ اسی کے باعث مخاطبین اول جو اس کی زبان کی دل آویزی کو دل کی گہرائیوں سے جانتے تھے انہیں اس کی آیات بہت جلد یاد ہو جاتی تھیں۔ یہی خصوصیات کسی بھی متن میں قرآن کے خلط ہونے میں مانع تھیں۔ (۱۵)

(۸) مدینہ سے دور کے علاقوں میں اگر کسی سازش یا غلطی کا امکان ہو سکتا تھا تو مسلمانوں کی بیداری اور بروقت کاروائی سے اس امکان کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ انہوں نے مرکز سے خصوصی تصدیق شدہ نسخے تیار کر کے تمام علاقوں میں بھجوا دیے جنہیں دیکھ کر باقی نسخے تیار کیے جاتے تھے۔ (۱۶)

(۹) قرآن کریم کے دائمی معجزہ ہونے اور محفوظ ہونے میں ختم نبوت کا راز بھی پنہاں ہے۔ (۱۷)

استاد شہید مطہری کے نزدیک قرآن حکیم میں کسی ایک کلمہ یا کسی ایک حرف کی بھی کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ (۱۸)

قرآن معیار حق و باطل

قرآن حکیم نے خود اپنے آپ کو معیار حق و باطل قرار دیا ہے۔ قرآن جب راہ مستقیم کا ہادی، امام، حکمت آموز اور سرچشمہ ہدایت ہے تو "فرقان" ہونا اس کی ناگزیر صفت ہونا چاہیے۔ (۱۹)

استاد شہید نے دیگر مصادر کی درستی و عدم درستی کو پرکھنے کے لیے قرآن ہی کو منزل قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

استفادہ از ہر منبع دیگر موقوف بہ شناخت قبلی قرآن است۔ قرآن مقیاس و معیار ہمہ منابع دیگر است۔ ما حدیث و سنت را باید با معیار قرآن بسنجیم تا اگر با قرآن مطابق بود بپذیریم و اگر نہ

نپنیریم (۲۰)
ہر دوسرے مصدر سے استفادے کا دارو مدار اس پر ہے کہ پہلے قرآن کو پہچانا جائے۔ قرآن تمام دیگر منابع کے لیے میزان و معیار ہے۔ ہمیں چاہیے کہ حدیث و سنت کو قرآن کے معیار پر پرکھیں تاکہ قرآن کے مطابق ہو تو قبول کرلیں اور نہ ہو تو قبول نہ کریں۔
دیگر منابع کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان سب کا انحصار قرآن کی تائید پر ہے اور ان کا صدور قرآن جیسی قطعیت نہیں رکھتا۔ وہ کہتے ہیں:

رسول اکرم ﷺ و آئمہ اطہار ؑ می گفتند احادیث ما را بر قرآن عرضہ بدارید اگر بر قرآن منطبق نبود ، بدانید کہ ساختگی و جعلی است و آنرا بر مابستہ اند ، ما چیزی خلاف قرآن نمیگوئیم۔ (۲۱)

رسول اکرم ﷺ اور آئمہ اطہار ؑ کہا کرتے تھے کہ ہماری احادیث قرآن پر پیش کرو اگر قرآن کے مطابق نہ ہوں تو جان لو کہ گھڑی ہوئی اور جعلی ہیں اور انہیں ہم پر باندھا گیا ہے۔ ہم قرآن کے خلاف کچھ نہیں کہتے۔

قرآن شناسی کے چند پہلو

استاد مطہری نے قرآن شناسی کے لیے بعض اہم پہلوؤں کی نشاندہی کی ہے۔ قرآن کی حقیقی اور بہتر معرفت کے لیے یہ امور بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ ہم ان کے آثار میں سے چند ایک کا ذکر بطور انتخاب اور بصورت تلخیص کرتے ہیں:

عقل و دل سے خطاب

انہوں نے اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ قرآن عقل و دل دونوں سے خطاب کرتا ہے ان کے بقول قرآن شناسی میں اس امر کو نظرانداز کر دیا جائے تو بہت نقصان کا باعث ہے۔ ان کے اپنے الفاظ ہیں:

یک وظیفہ ء قرآن یاد دادن و تعلیم کردن است و در این جہت مخاطب قرآن عقل انسان خواہد بود و قرآن با زبان منطق و استدلال با او سخن میگوید۔ اما بجز این زبان ، قرآن زبان دیگری نیز دارد کہ مخاطب آن عقل نیست بلکہ دل است و این زبان دوم "احساس" نام دارد۔ آنکہ می خواہد باقر آن آشنا گردد و بدان انس بگیرد می باید با این دو زبان ہر دو آشنائی داشتہ باشد و ہر دو را در کنار ہم مورد استفادہ قرار دہد۔ تفکیک این دو از ہم مایہ بروز خطاء و اشتباہ و سبب خسران و زیان خواہد بود (۲۲)

قرآن کی ایک ذمہ داری تعلیم دینا ہے۔ اس پہلو سے قرآن کی مخاطب عقل انسانی ہے اور قرآن اس

سے منطق و استدلال کے ساتھ بات کرتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ قرآن کی ایک زبان اور بھی ہے جس کی مخاطب عقل نہیں دل ہے۔ اس دوسری زبان کا نام احساس ہے۔ جو شخص قرآن سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہے اسے ان دونوں زبانوں سے واقفیت حاصل کرنا ہو گی اسے چاہیے کہ دونوں سے اکٹھا استفادہ کرے۔ ان دونوں میں افتراق خطاء اور غلطی نیز نقصان اور زیان کا باعث ہو گا۔

عمرانیات اور قرآن

قرآن حکیم کے بہت سے پہلوؤں میں سے ایک عمرانیات کے حوالے سے اس کے پیش کردہ اصول اور پھر ان اصولوں کی بنیاد پر ایک عظیم معاشرے کی تعمیر ہے وہ معاشرہ جو خاص طرح کی فرد سازی اور انسان سازی کے ساتھ معرض وجود میں آیا۔ اس سلسلے میں استاد مطہری کہتے ہیں کہ فقط ایک مسلمان اور مومن ہی کو مومن ہونے کے ناتے اس کا مطالعہ نہیں کرنا چاہیے بلکہ انسانی اور عمرانی علوم کے ماہرین کو بھی اس کا مطالعہ کرنا چاہیے چونکہ صدیوں پر محیط پہناور اسلامی تہذیب کی تخلیق میں قرآن نے انتہائی موثر کردار ادا کیا ہے۔ (۲۳)

قرآن کا خطاب کس سے ہے؟

قرآن مجید کی بعض آیات **مثلاً** "**هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ**" اور "**هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ**" وغیرہ سے بعض کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن چونکہ متقین اور مومنین کے لیے ہدایت ہے اور انہی کو بشارت دیتا ہے لہٰذا دوسروں سے سروکار نہیں رکھتا۔ استاد مطہری نے اس سلسلے میں کئی جگہوں پر اجمالی اور تفصیلی گفتگو کی ہے اور مسئلے کو بہت نکھار کر بیان کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

.... در آیاتی که خطاب قرآن به ہمه مردم عالم است ' در واقع می خواہد بگوید قرآن اختصاص به قوم و دسته ء خاصی ندارد ' ہر کس بسمت قرآن بیاید نجات پیدا می کند ' و اما در آیاتی که از کتاب ہدایت بودن برای مومنین و متقین نام می برد ' میخواہد این نکته را روشن کند که در نہایت چه کسانی رو بسوی قرآن خواہند آورد و چه گروہہائی از آن دوری خواہند گزید ... (۲۴)

... جن آیات میں قرآن کا خطاب ساری دنیا کے انسانوں سے ہے وہاں درحقیقت یہ کہنا چاہتا ہے کہ قرآن کسی خاص قوم یا گروہ سے مخصوص نہیں ہے۔ جو کوئی بھی قرآن کی طرف آئے گا نجات پا لے گا۔ لیکن جن آیات میں کہا گیا ہے کہ قرآن مومنین و متقین کے لیے ہدایت ہے ' وہاں یہ امر واضح کرنا چاہتا ہے کہ آخر کار کون لوگ قرآن کا رخ کریں گے اور کون سے گروہ اس سے دوری اختیار کریں گے ...

کیا قرآن قابل فہم ہے؟

شاید بہت سے افراد کو یہ سوال عجیب لگے لیکن تاریخ میں مسلمانوں کے کئی ایسے گروہ گزرے ہیں اور آج بھی اس فکر کے حامل افراد موجود ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن کو فقط رسول اللہ ﷺ سمجھ سکتے ہیں۔ لہٰذا آپؐ نے جو تفسیر بیان فرمائی ہے اسی پر اکتفاء کرنا چاہیے۔ بعض مخاطبین اولین (اصحاب رسول ﷺ) کو بھی شامل کر لیتے ہیں اور بعض رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آئمہ اہل بیتؑ کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔ اہل تشیع کے ہاں ایسے افراد کو اخباری اور اہل تسنن کے ہاں اہل حدیث کہا جاتا ہے۔ اخباریوں کا نقطہ نظر استاد شہید ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

... در مورد قرآن محترمانه ادعا می کردند که قرآن بزرگتر از این است که ما آدمیهای حقیر بتوانیم آنرا مطالعه کنیم و در آن بیندیشیم ، فقط پیامبر و آئمه حق دارند در آیات قرآن غور کنند ما فقط حق تلاوت آیات راداریم این گروه ہمان اخباریین ہستند ، اخباریین تنها مراجعه به اخبار و احادیث را جائز می دانستند

... قرآن کے بارے میں وہ احترام کے ساتھ دعویٰ کرتے تھے کہ قرآن اس سے عظیم تر ہے کہ ہم حقیر لوگ اس کا (غور سے) مطالعہ کریں اور اس کے بارے میں غور و فکر کریں۔ فقط رسول اللہ ﷺ اور آئمہؑ حق رکھتے ہیں کہ آیات قرآن میں غور کریں۔ ہم فقط آیات کی تلاوت کا حق رکھتے ہیں۔ یہی اخباری لوگ ہیں۔ اخباری حضرات فقط روایات و احادیث کی طرف رجوع کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔

استاد شہید نے اس سلسلے میں دور قدیم میں اشاعرہ کے طرز فکر کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں افراط کے مقابلے میں تفریطی رائے رکھنے والے متصوفہ اور اسماعیلیہ کا نقطہ نظر بھی بیان کیا ہے۔ اپنا نظریہ وہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

قرآن در برابر جمود و خشک اندیشی اخباریون و نظایر آنها و ہمچنین در مقابل انحرافات و برداشتهای ناروای باطنیه (۲۵) و دیگران راه وسطی پیشنهاد میکند که عبارت است از تامل و تدبر بی غرضانه و منصفانه ...(۲۶)

قرآن اخباریوں وغیرہ کے جمود اور خشک فکری نیز باطنیہ وغیرہ کے انحرافات اور کج فکریوں کے مقابلے میں راہ اعتدال تجویز کرتا ہے اور وہ عبارت ہے بے غرضانہ اور منصفانہ غور و فکر سے ...

قرآن کی استعداد بے پایاں

استاد مطہری نے اپنی مختلف کتب میں مختلف مناسبتوں سے یہ بات بیان کی ہے کہ قرآن مجید میں

تحقیق و استنباط کے لحاظ سے بے پایاں استعداد موجود ہے۔ انہوں نے کہا کہ جیسے عالم طبیعت میں غور و خوض کرتے ہوئے ہر دور میں انسان نئے امور کشف کرتا رہتا ہے اور کئی امور اس کے سامنے ہونے کے باوجود بھی اس کے لیے لاینحل رہتے ہیں اور ہر آنے والے دور میں ماہرین بعض نئے امور سے پردہ اٹھا دیتے ہیں ' یہی حال قرآن کا بھی ہے۔ انسان کی فکر و نظر جوں جوں وسیع تر اور عمیق تر ہوتی چلی جاتی ہے وہ قرآن کی عبارت و مضامین سے نئے نئے راز اور نئے نئے امور کشف کرتا چلا جاتا ہے۔ انہوں نے توجہ دلائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آئمہ اہل بیتؑ نے اپنے فرمودات میں پہلے ہی قرآن کے اس حیرت انگیز پہلو کی نشاندہی فرما دی تھی۔ ایک حدیث رسول ﷺ ملاحظہ کیجئے:

ظاهره انيق و باطنه عميق له تخوم و على تخومه تخوم لا تحصى عجائبه ولا تبلى غرائبه (۲۷)

قرآن کا ظاہر بڑا خوبصورت اور اس کا باطن بہت گہرا ہے ' جس کی ایک حد ہے پھر اس سے ماوراء ایک اور حد ہے۔ اس کی تعجب انگیزیاں کبھی ختم نہ ہوں گی اور اس کی تازگیاں کبھی پژمردہ نہ ہوں گی۔ (۲۸)

اعجاز قرآن

ویسے تو قرآن کے جس پہلو پر بھی بات کی جائے اعجاز قرآن کا کوئی نہ کوئی رخ سامنے آ جاتا ہے تاہم استاد شہید نے اعجاز قرآن کے عنوان سے بہت کچھ لکھا ہے اور کہا ہے۔ اس حوالے سے ان کے نظریات کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) قرآن رسول اللہ ﷺ کا دائمی معجزہ ہے اور یہی دین خاتم اور دین جاوداں کا لازمہ ہے۔

(۲) قرآن لفظی اعتبار سے بھی معجزہ ہے اور معنوی لحاظ سے بھی۔

(۳) قرآن فصاحت و بلاغت ہی کا حامل نہیں بلکہ ایک خاص جمال اور جاذبیت بھی رکھتا ہے۔

(۴) قرآن معروف مفہوم میں شعر ہے نہ نثر بلکہ اس کا اپنا ہی پیرایہ بیان ہے جس کی مثیل ہے نہ نظیر

(۵) قرآن کا اپنا چیلنج ہے: **فليأتوا بحديث مثله** (پس اس جیسی کوئی بات بنا لاؤ)۔ (۲۹)

اس چیلنج کا کوئی جواب نہ لایا جا سکا اور جنہوں نے کوشش کی ان کی نامرادی مسلم ہے۔

(۶) قرآن کی خاص تاثیر اور جاذبیت ہی کی وجہ سے کفار رسول اللہ کو ساحر کہتے تھے۔

(۷) قرآن میں بیان کی گئی غیب کی خبریں بھی اس کے اعجاز کا ایک پہلو ہیں۔ (۳۰)

ان سب امور کے ساتھ ساتھ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ قرآن معروف معنی میں کسی علم

مثلاً طب یا انجینئرنگ کی کتاب نہیں بلکہ کتاب ہدایت ہے۔

شرائط تفسیر

استاد مرتضٰی مطہری رضوان اللہ علیہ نے قرآن حکیم کی تفسیر کے لیے جو شرائط بیان کی ہیں ہم ذیل میں انہیں اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

(۱) عربی زبان پر کامل عبور

(۲) تاریخ اسلام سے آگاہی ' کیونکہ قرآن تیئس سال کی مدت میں بتدریج مختلف مناسبتوں سے نازل ہوتا رہا ہے۔ لہٰذا فہم مطالب کے لیے پس منظر کے جاننے کی بہت اہمیت ہے۔

(۳) احادیث رسول سے واقفیت ' کیونکہ رسول اللہ خود نص قرآن کی رو سے پہلے مفسر قرآن تھے۔

(۴) آئمہ اہل بیت؏ کی روایات معتبرہ سے آگاہی' البتہ یہ روایات بھی رسول اللہ ﷺ ہی سے پہنچی ہیں۔(۳۱)

تفسیر قرآن کا پہلا مرحلہ

استاد مطہری نے اس امر پر زور دیا ہے کہ تفسیر قرآن کا پہلا مرحلہ قرآن کو قرآن ہی کی مدد سے "پہچاننا ہے ' کیونکہ :

اَلْقُرْآنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضاً

یعنی قرآن کی آیات ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔ (۳۲)

محکم متشابہ

قرآن مجید کے مطابق اس میں کچھ آیات محکمات ہیں اور کچھ متشابہات۔ ان سے کیا مراد ہے ؟ اس پر علما کے دسیوں اقوال ہیں۔ استاد مطہری نے ایک عامیانہ نظریہ ذکر کرنے کے بعد قرآن حکیم ہی کی مدد سے مفہوم متعین کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں :

درباره ء محکمات و متشابهات یک تصور عوامانه وجود دارد ' گروہی می پندارند آیات محکم آنهای هستند که مطلب در آنها بصورت ساده صریح طرح شده و بعکس در آیات متشابه موضوعات بصورت لغز و معما و رمز مطرح گردیده است - برطبق این تعریف ' مردم حق دارند تنها در آیات محکمه و صریح تدبر کنند ' ولی آیات متشابه اساساً قابل شناخت نیستند و نمی توان در مورد آنها اندیشه کرد۔ قهراً اینجا سوال مطرح می گردد که اصلاً فلسفه آیات متشابه چیست ؟ پاسخ مطلب با اجمال اینست که نه معنای محکم ' صریح و ساده است و نه معنای متشابه لغزوارد رمز گونه۔

.... این با نص قرآن که می گوید : قرآن کتابی روشن گر و قابل فهم برای ہمه است و آیاتش ہمه نور و

ہدایت ' منافات دارد۔ سر مطلب اینست کہ برخی مسائل مطروحہ در قرآن بخصوص آنجا کہ سخن او امور غیب ماورا ء الطبیعہ است ' اساساً با الفاظ قابل بیان نیستند .... قرآن برای جلو گیری از مشتبہ شدن آن معانی شامخ و عالی با معانی مادی می گوید متشابہات را بہ محکمات ارجاع کنید :

انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب۔ (۳۳)

قرآن را برتو فرود آورد ' برخی آیات آن محکم ہستند یعنی داری آنچنان استحکامی کہ نمی توان آنہا را از معنی خود خارج کرد و معانی دیگری نتیجہ گرفت۔ این آیات ام الکتاب یعنی آیات مادرند ' یعنی درست ہمانگونہ کہ طفل بہ مادر رجوع میکند و مادر مرجع فرزند است و یا شہر ہای بزرگ۔ ام القریٰ۔ مرجع شہرہای کوچکتر محسوب می شوند ' آیات محکم نیز مرجع آیات متشابہ بحساب می آیند آیات متشابہ برای فہمیدن و تدبر کردن ہستند ' اما در آنہا باید بکمک آیات محکم تدبر کرد۔ بدون کمک آیات مادر و آنچہ کہ از آیات متشابہ اخذ شود درست و معتبر نخواہد بود (۳۴)

محکمات و متشابہات کے بارے میں ایک عوامی سا تصور ہے۔ بعض افراد کا خیال ہے کہ آیات محکم وہ ہیں جن میں مطالب سادہ اور صریح صورت میں پیش ہوئے ہیں اور اس کے برعکس آیات متشابہ میں غیرواضح ' معمائی اور رمزیہ صورت میں بیان ہوئے ہیں۔ اس تعریف کے مطابق لوگوں کا حق یہ ہے کہ وہ صرف محکم اور صریح آیات میں غور کریں جبکہ آیات متشابہ اصولاً قابل فہم ہی نہیں لہٰذا ان کے بارے میں غور و فکر نہیں کیا جا سکتا۔ مجبوراً یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر آیات متشابہ کا فلسفہ کیا ہے ؟ قرآن نے ان آیات کا ذکر ہی کیوں کیا ہے جو نا قابل فہم ہیں ؟ اس سوال کا اجمالی جواب یہ ہے کہ محکم کا معنی صریح و سادہ ہے نہ متشابہ کا معنی غیرواضح اور رمزیہ .... یہ امر قرآن کی اس بات کے منافی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ وہ ایک ایسی کتاب ہے جو وضاحت کرنے والی اور سب کے لیے قابل فہم ہے اور اس کی تمام آیات نور و ہدایت ہیں۔ اس امر کا راز یہ ہے کہ قرآن کے بعض پیش کردہ مسائل خصوصاً غیب اور ماوراء الطبیعہ سے متعلق امور اصولاً الفاظ کے ذریعے بیان ہی نہیں ہو سکتے ... قرآن ایسے عظیم اور بلند معانی کو مادی مفاہیم میں خلط ہونے سے بچانے کے لیے کہتا ہے کہ متشابہات کو محکمات کی طرف پلٹاؤ۔

اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتَابَ مِنْہُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ ھُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ

اس کی طرف سے تم پر آیات محکمات نازل کی گئی ہیں۔ یعنی یہ آیات اس قدر مستحکم ہیں کہ انہیں ان کے (حقیقی) معانی سے نہیں ہٹایا جا سکتا اور کوئی اور معانی ان سے مراد نہیں لیا جا سکتا۔ یہ

آیات ام الکتاب ہیں یعنی آیات مادر ہیں۔ مراد یہ ہے کہ بالکل اسی طرح جیسے بچہ اپنی ماں کی طرف رجوع کرتا ہے اور بچے کے پلٹنے کی جگہ ماں ہے یا بڑے شہر "ام القریٰ" چھوٹے شہروں کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں ' آیات محکم بھی آیات متشابہ کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آیات متشابہ سمجھنے اور غور کرنے کے لیے لیکن ان میں آیات محکم کی مدد سے غور کرنا چاہیے اور آیات مادر کی مدد کے بغیر جو کچھ آیات متشابہ سے اخذ کیا جائے گا صحیح اور معتبر نہیں ہو گا۔

تفسیر میں شان نزول کی حیثیت

تفسیر میں شان نزول کی حیثیت کا مسئلہ بہت معرکۃ الآراء ہے۔ ایک نقطہ ء نظر افراطی ہے اور دوسرا تفریطی۔ ایک نظریے کے مطابق قرآن کے مفہوم کو شان نزول اور روایات میں متعین کردہ کسی مفہوم یا مصداق سے ادھر ادھر نہیں ہونا چاہیے۔ دوسرے نظریے کے مطابق شان نزول اور روایات کا قرآن فہمی میں کوئی کردار نہیں۔ استاد مطہری اعلی اللہ مقامہ ' نے اس سلسلے میں بھی راہ وسط کو اختیار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

شان نزول چیزی نیست کہ معنای آیہ را در خود محدود کند بلکہ بعکس دانستن شان نزول تاحد زیادی در روشن شدن مضمون آیات مؤثر و راہگشا است۔ (۳۵)

شان نزول کوئی ایسی چیز نہیں جو آیت کا معنی اپنے اندر محدود کر لے بلکہ اس کے برعکس شان نزول جاننا بہت حد تک آیات کا مضمون واضح کرنے میں موثر اور راہنما ہے۔

گمراہ کن تفسیروں کا جواب

استاد مطہری جہاں کہیں دیکھتے اور محسوس کرتے کہ قرآن حکیم کے مطالب کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے یا تصرف سے کام لیا گیا ہے تو بے تاب ہو جاتے۔ وہ قرآن کے مدافع کی حیثیت رکھتے تھے۔

جناب فضل اللہ محلاتی کا بیان ہے:

جس وقت گروہ فرقان نے قرآن مجید کی تفسیر میں چند پارے شائع کیے تو استاد مطہری نے علماء کی ایک میٹنگ میں فرمایا:

" یہ لوگ خطرناک ہیں چونکہ قرآن میں تصرف کر رہے ہیں۔ ان کا ایسا کرنا علم اور مال کی چوری جیسا نہیں بلکہ یہ وحی الٰہی کی طرف ظلم کا ہاتھ بڑھانا ہے "۔

ایک روز جب ان کے گھر میں دوست احباب موجود تھے ' آپ نے فرمایا:

" میں ان کا مقابلہ کروں گا۔ ممکن ہے یہ لوگ مجھے قتل کر دیں لیکن میں انہیں ہر حالت میں اپنی بات سناؤں گا کیونکہ یہ لوگ دین کے لیے خطرناک ہیں "۔ (۳۶)

استاد مطہری کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی شہادت اسی گمراہ گروہ فرقان کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوئی ... گویا یہ عاشق قرآن ... قرآن ہی کی حفاظت کے جرم میں کج اندیشوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ سچ فرمایا ہے قرآن نے :

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا وَ مَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝

یعنی بہت سے لوگ اس سے گمراہ ہو جاتے ہیں اور بہت سے راہ پا جاتے ہیں اور گمراہ فقط فاسق لوگ ہی ہوتے ہیں۔ (۳۷)

شہید مطہری کی علمی خدمات

استاد مطہری علیہ الرحمہ کی کتب و آثار پر مبنی ' اس وقت تک تقریباً ستر جلدیں چھپ چکی ہیں۔ (۳۸) ان میں کتب فلسفی بھی ہیں ' اخلاقی بھی ' فقہ تحلیلی پر مبنی بھی اور فلسفہ احکام سے متعلق بھی۔ تفسیر قرآن پر مبنی جلدیں بھی ان میں شامل ہیں اور سبق آموز سچی کہانیوں پر مشتمل " داستان راستان " کی دو جلدیں بھی۔ ویل ڈیورنٹ کے فلسفہ تاریخ پر نقد و نظر بھی چھپ گئی ہے اور حافظ شیرازی کے حوالے سے دیئے گئے لیکچرز پر مشتمل " تماشاگہ راز " بھی۔ ٹھیٹھ اور کلاسیکل فلسفی کتب میں تفسیری مواد کم ہے جبکہ اخلاقی و تربیتی کتب میں نسبتاً زیادہ ہے۔ علاوہ ازیں ابھی بہت سا مواد کیسٹوں کی صورت میں موجود ہے۔

تفسیری و غیر تفسیری کتب میں مختلف حوالوں سے تقریباً چودہ سو آیات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ کیسٹوں میں موجود ایسا مواد جو ابھی شائع نہیں ہوا وہ اس پر مستزاد ہے۔ تا حال شائع شدہ کتب کو سامنے رکھا جائے تو صرف آٹھ سورتیں ایسی ہیں جن کی کسی آیت کو زیر بحث نہیں لایا گیا۔ البتہ یہ زیادہ تر چھوٹی سورتیں ہیں ' جن میں سے چھ تیسویں پارے سے متعلق ہیں۔ بعض سورتوں کا تفسیری مواد خاصا زیادہ ہے۔ مثلاً سورہ بقرہ ' سورہ اعراف وغیرہ اور بعض سورتیں ایسی بھی ہیں جن کی فقط ایک یا دو آیتوں کے بارے میں کچھ تفسیری مواد موجود ہے۔ تاہم کیسٹوں کا غیر مطبوعہ مواد جب اعداد و شمار میں شامل ہو گا تو صورت حال کچھ زیادہ واضح ہو سکے گی۔ البتہ یہ مواد کیسٹوں سے سن کر چند ساتھیوں نے لکھ لیا ہے۔

بعض آیات مختلف مقامات پر تکراراً بھی زیر بحث آئی ہیں جبکہ خود قرآن حکیم میں بہت سی آیات اور موضوعات تکراری ہیں۔ لہٰذا ضروری نہیں کہ اگر کوئی آیت کسی مقام پر بلا واسطہ زیر بحث نہ آئی ہو تو اس کا موضوع یا مفہوم کہیں اور عنوان قرار نہ پایا ہو۔

استاد شہید کے موضوعات کا تنوع ' وسعت اور جامعیت کو سامنے رکھا جائے تو بلا خوف تردید کہا

جا سکتا ہے کہ ان کے مواد تفسیری کو اگر حسن ترتیب سے پیش کر دیا جائے تو تفسیر کی دنیا میں ایک گرانقدر اضافہ ہو جائے گا جسے یقیناً اہل علم و فضل کے علاوہ عاشقان قرآن کے عظیم طبقوں میں بہت پذیرائی حاصل ہو گی۔ (انشاء اللہ)

ایک اجمالی جائزے کے مطابق تقریباً ڈیڑھ ہزار درمیانے سائز کے صفحوں پر تفسیری مواد آثار شہید میں موجود ہے۔

تفسیر مطہری

چند سال پہلے کی بات ہے ' چند احباب نے مل کر فیصلہ کیا کہ استاد شہید مطہری کی کتب کا اجتماعی مطالعہ شروع کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے کتب کی ایک ترتیب بھی ملحوظ رکھنے کا فیصلہ ہوا۔ ہر ہفتے تمام ساتھی ایک باب کا مطالعہ کر کے آتے پھر باہم جمع ہو کر اس کے مطالب پر ایک ترتیب سے گفتگو کرتے۔ یہ سلسلہ کئی برس جاری رہا۔ جن ساتھیوں نے ان نشستوں میں باقاعدہ شرکت کی انہیں اعتراف ہے کہ انہوں نے بہت کسب فیض کیا۔ اس دوران میں اور استاد مطہری کی کتب کے مطالعے کے دیگر مواقع پر ' اس طرف توجہ ہوئی کہ تقریباً تمام موضوعات پر گفتگو کرتے ہوئے استاد شہید نے قرآن مجید سے بھرپور حسن انتخاب اور اعلیٰ بصیرت کے ساتھ استفادہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنے متنوع موضوعات میں آیات قرآنی سے کچھ اس انداز سے استدلال کیا ہے کہ اس عظیم الٰہی کتاب کے تازہ بہ تازہ گوشے قاری کے سامنے آتے رہتے ہیں ' قرآن حکیم کی تازگی اور ہمہ گیریت کا احساس قاری کو سرشار کر دیتا ہے اور جذب و ایمان کی دل آویز کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

انہی کیفیات میں ڈوبے ہوئے ایک مرتبہ یہ خیال ذہن میں آیا کہ اگر استاد گرامی کے آثار سے قرآن کریم کے تفسیری مطالب استخراج کر کے مدون کر لیے جائیں تو ایک گرانبہائی تفسیر کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ اسے اگرچہ تفسیر کا کامل دورہ نہ کہا جا سکے تا ہم اچھا خاصا مواد راھیان قرآن اور عاشقان کتاب اللہ کے لیے جمع ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایک عرصے سے کام شروع ہے بلکہ پہلی جلد مرتب ہو چکی ہے۔

مصادر و حواشی

(۱) آپ بیتی اور حالات زندگی ' ص ۴۴ و ۴۵ ' الحرمین پبلشرز پاکستان کراچی۔ ۱۹۹۶ء

(۲) آشنائی با قرآن ' شناخت قرآن ' ص ۳۴ و ۳۵ ' انتشارات صدرا ' قم۔

(۳) سورہ ص ' ۲۹۔ (۴ و ۵) آشنائی با قرآن ' ص ۳۹۔

(۶ و ۷) آپ بیتی اور حالات زندگی ' ص ۹۷ و ۹۸۔

(۸) حجر ' ۹۔

(۹) اسلام اور وقت کے تقاضے ' ص ۱۰۴ ' ادارہ احیائے تراث اسلامی کراچی ' جون ۱۹۹۳ ء اور ختم نبوت (اردو) ' ص ۷ ' مرکز تبلیغات پنجمین سالگرد پیروزی انقلاب اسلامی ایران۔

(۱۰) اسلام اور وقت کے تقاضے ' ص ۱۰۵۔

(۱۱) درس قرآن ' ص ۲۱۲ ' دارالثقافۃ الاسلامیہ کراچی ' ۱۹۹۵ ء ۔

(۱۲ و ۱۳ و ۱۴) آشنائی باقرآن ' ص ۱۳۔

(۱۵) آشنائی با قرآن ' ص ۱۴ اور درس قرآن میں " اعجاز قرآن کی وجوہات کے زیر عنوان دیکھیے " جہاں استاد شہید نے اس موضوع کو خاصی وضاحت سے بیان کیا ہے ' ص ۲۱۵ و ما بعد۔

(۱۶) آشنائی با قرآن ' ص ۱۵۔

(۱۷) درس قرآن میں " قرآن کا معجزہ " کے زیر عنوان اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ البتہ استاد مطہری نے اپنی کتاب " ختم نبوت " میں اس پر نسبتاً اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

(۱۸) آشنائی با قرآن ' ص ۱۳۔

(۱۹) متعدد آیات میں اللہ تعالٰی نے قرآن کو " فرقان " قرار دیا ہے۔ مثلاً:

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبد لیکون للعالمین نذیرا (فرقان۔ ۱)

بڑی برکت ہے اس کی جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ عالمین کو متنبہ کرنے والا ہو۔

سورہ بقرہ کی آیت ۱۸۵ اور سورہ آل عمران کی آیت ۴ بھی ملاحظہ کیجئے۔

(۲۰) و (۲۱) آشنائی باقرآن ' ص ۱۰ و ۱۱۔

(۲۲) آشنائی باقرآن ' ص ۳۵۔

(۲۳) آشنائی ' ص ۹

(۲۴) آشنائی باقرآن ' ۴۳۔

(۲۵) استاد شہید کی صراحت کے مطابق " باطنیہ " سے مراد یہاں " اسماعیلیہ " ہی ہے۔ انہوں اس کی وجہ بھی بیان کی ہے۔ اصل کتاب دیکھیے۔

(۲۶) آشنائی با قرآن ' ۲۴ تا ۲۸ ملاحظہ کیجئے۔

(۲۷) اصول کافی' جلد ۲ ۔

(۲۸) اس موضوع پر استاد مطہری نے مختلف نے مختلف کتب میں بات کی ہے۔ دیکھیے :

ختم نبوت ' ص ۷۲ تا ۷۵ اور آشنائی با قرآن 'ص ۲۹ و ۳۰

(۲۹) طور۔ ۳۴۔

(۳۰) درس قرآن ' ص ۲۱۱ و ما بعد۔

(۳۱ و ۳۲) آشنائی با قرآن ' ص ۲۰ و ۲۱۔

(۳۳) آل عمران۔ ۷ آیت یوں شروع ہوتی ہے:

ھوالذی انزل علیک الکتاب منہ آیت محکمٰت من ام الکتب و اخر متشبھٰت

(وہ ذات وہ ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی۔ اس میں بعض آیات محکمات جو ام الکتاب ہیں اور بعض متشبہات)

(۳۴) آشنائی با قرآن' ص ۲۱ تا ۲۴۔

(۳۵) آشنائی با قرآن ' ص ۲۰۔

(۳۶) آپ بیتی اور حالات زندگی' ص ۷۶ و ۷۷۔

(۳۷) بقرہ۔ ۲۹۔

(۳۸) شہید مطہری کی ان کتابوں میں سے بعض کی لسٹ جو چھپ چکی ہیں ان میں سے بعض کے اردو میں بھی تراجم ہو چکے ہیں۔

۱۔ اصول فلسفہ و روش رئالیسم (۱،۲،۳،۴،۵)
۲۔ نقدی بر مارکسیسم
۳۔ عدل الٰہی
۴۔ انسان و سرنوشت
۵۔ علل گرایش بہ مادیگری
۶۔ مقدمہ ای برجھان بنی اسلامی
انسان و ایمان
جہان بنی توحیدی
وحی و نبوت
انسان در قرآن
جامعہ و تاریخ
زندگی جاوید یا حیات اخروی
۷۔ امامت و رہبری
۸۔ اسلام و مقتضیات زمان
۹۔ جہاد
۱۰۔ داستان راستان
۱۱۔ سیری در سیرہ نبوی
۱۲۔ ختم نبوت
۱۳۔ پیامبر امی
۱۴۔ ولاء ھا و ولایتھا
۱۵۔ جاذبہ و دافعہ علی علیہ السلام
۱۶۔ حماسہ حسینی
۱۷۔ قیام و انقلاب
۱۸۔ سیری در نہج البلاغہ
۱۹۔ خدمات متقابل اسلام و ایران
۲۰۔ آشنائی با علوم اسلامی
۲۱۔ عرفان حافظ
۲۲۔ آشنائی با قرآن
۲۳۔ تعلیم و تربیت
۲۴ فلسفہ اخلاق
۲۵ دہ گفتار
۲۶ بیست گفتار
۲۷ گفتار ھای معنوی
۲۸ نہضت ھای اسلامی در صد سالہ اخیر
۲۹ پرامون انقلاب اسلامی
۳۰ پرامون جمہوری اسلامی
۳۱ مسئلہ حجاب
۳۲ نظام حقوق زن در اسلام
۳۳ اخلاق جنسی
۳۴ پاسخھای استاد
۳۵ امداد ھای غیبی در زندگی بشر
۳۶ حق و باطل
۳۷ تکامل اجتماعی انسان
۳۸ مسئلہ ربا
۳۹ سیری در سیرہ ائمہ اطہار علیہم السلام
۴۰ مسئلہ شناخت
۴۱ انسان کامل
۴۲ نظری بہ نظام اقتصادی اسلام
۴۳ فلسفہ تاریخ (۱)
۴۴ فطرت
۴۵ خاتمیت
۴۶ آشنائی با قرآن (۴)
۴۷ اسلام و مقتضیات زمان
۴۸ آشنائی با قرآن (۵)
۴۹ آشنائی با قرآن (۶)
۵۰ توحید
۵۱ نبوت
۵۲ معاد